نذیر شاکر براہوئی*

براہوئی میں بچوں کا ادب: ماضی، حال اور مستقبل

(Children's Literature in Brahui: Past, Present and Future)

ABSTRACT:

Brahui is one of the oldest languages of the subcontinent, which is one of the earliest language of Mihrgarh. As ancient as the Brahui language is, so its literature not ancient. History career begins in 1293 A. D. with the writing of khidmat-e-din. In Brahui literature, children s literature, begins with folk literature. But the written history of children s literature after Pakistan begins in 1965 A. D. by writing the book "Arman" by the late Maulana Abdul Baqi Durkhani. After that, children s literature in Brahui literature begin to be written in both poetry and prose. When Baba-e- Brahui (Father of Brahui nation) Noor Muhammad Parwana Launched the weekly eilum (brother) newspaper, in 1960, the continue to publish a regular page in it under the title (Pine-a-phulri) meaning" youth literature". Runs until 1910.

In addition various writers, poet has written various books of Children's literature, poetry and prose. This series is still going on. Similarly, various children were aired on TV. The past of children's literature in Brahui literature was to create literary awareness in academic and youth, in this time the world has became a global village, and in this digital age the need for children's literature in Brahui language has also became ineritable.

Brahui youtube channels and software apps are affering various games, dubbing dramas for children.

In the future, instead of reading children's literature books in Brahui language, IT engineers are working towards their needs in the world of social media and net, which seems to be effective and useful.

*Director: Brahui Research Institute Pakistan.

بچوں کے ادب کا عالمی دن ہر سال اپریل کے پہلے ہفتہ میں منایا جاتا ہے۔ یہ ہنس کر سچن اینڈرسن کی سالگرہ کے ساتھ منسوب ہے۔ اینڈرسن بچوں کے ادب کے بڑے ادیبوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ یہ دن انٹرنیشنل بورڈ بکس آن ینگ پیپل (International Board box on young people) یعنی آءبی واءپی کے اہتمام منایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد بچوں کی کتابوں سے قربت ہیں کرنا ہے۔ اس دن کے انعقاد کے پسمنظر میں یہ خیال کار فرما ہے کہ بچوں کے لیے ادب تخلیق کیا جائے۔ (1)۔

ادب اطفال یا بچوں کے ادب کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ ادب کی وہ قسم جو بچوں کی ذہنی ضروریات اور دلچسپی کو مد نظر رکھتے ہوئے خاطر تخلیق ہو۔ بچوں کا ادب کہلاتا ہے۔ اس میں بچوں کی پسند، ذوق دلچسپی، فہم شوق، ادراک، جذبات و احساسات کا خیال رکھا گیا ہو۔ بچے کا دل و دماغ پاکیزہ اور شفاء ہوتا ہے۔ وہ سادہ جوہر ہے۔ جوہر قسم کے نقش و نگار سے خالی ہوتا ہے اس پر کچھ بھی نقش کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ہم اسے جس طرف مائل کریں وہ اسی طرف ہو جائیگا۔ اس لیے اس کی اخلاقی، تہذیبی، لسانی، معاشرتی، ذہنی، جسمانی و تعلیمی تربیت کرنا ماں، باپ کی اولین ترجیح ہوتی ہے۔

عام طور پر بچوں کے ادب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک نظم اور دوسرا نثر۔ لیکن بچوں کی اخلاقی، جسمانی، فطرتی، ذہنی تربیت کو نہیں گنا جاتا۔ حالانکہ یہ بھی بچوں کے ادب کا پہلا اور ضروری حصہ ہے۔ جب تک بچہ پیدا ہوتا ہے، تو ماں سب سے پہلے اس کی جسمانی اور لسانی دیکھ بھال کرتی ہے۔ اس کے جسمانی ادب سے مراد، ماں اپنے بچے کو روزانہ جسمانی اعضاء کو مضبوط، خوبصورت اور سڈول بنانے کی طرف دھیان دیتی ہے۔ جس سے بچے کا جسم مضبوط، خوبصورت اور توانا رہتا ہے۔ تو ماں کی جسمانی لرزش اور لسانی تجربہ اس کے زندگی میں بہت کام آتی ہے۔ عمر بڑھ جانے کے بعد اس کا گھومنا پھرنا، کھیل کود، کام کرنے میں چالاکی، مضبوط اور تیز رہتا ہے۔ بات کرنے میں اپنے ماں، باپ کی پرورش کو بروءکار لاکر، لوگوں کی عزت کرنا، اچھے اخلاق سے پیش آنا اور شیریں گفتار سے پیش آتا ہے۔ ماں کی لسانی تربیت اپنے بچے کو دنیا کی حسین و جمیل، مضبوط اور طاقتور دیکھنا پسند کرتی ہے۔ اس لیے بچے کے ان خصوصیات کو اپنی زبان میں ایک خاص لئے اور پیار و محبت سے کرتی ہے۔ ان کو اپنی ماں سے محبت اور اپنی زبان اپنانے پر مجبور کرتی ہے۔ لوری یا لوریاں کسی بھی زبان کی قدیم تخلیق ہوتی ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے ادب کے اندر لوری کی تخلیق

ہی ہے۔ اس کے بعد قصے، کہانیاں، لوک شاعری کی تخلیق ہوئی ہے۔ جو بڑوں نے مرتب یا کہے ہیں۔ لیکن لوری کو ماں نے اپنے سچے دل کی دھڑکنوں سے لبریز لفظوں کا سہارا دے کر، اپنے بچے کے لیے تخلیق کیا ہے۔

ماضی:

براہوئی ادب میں بچوں کا ادب کے سلسلے میں بھی سب سے پہلے ہمیں لوریاں ملتی ہیں۔ ان کی قدامت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کیوں کہ ابن آدم کی تخلیق سے ہی لوریاں ہر زبان میں موجود ہیں۔ اسی طرح براہوئی زبان میں بھی قدیم زمانہ سے لوریاں کہی گئی ہیں۔ کیونکہ براہوئی زبان چھ ہزار سالہ قدیم زبان جو مہر گڑھ اور موھن جو دڑو میں بولی جاتی تھی، ہے۔

براہوئی ماں اپنے بچے کیلئے جو لوریاں کہی ہیں ان کی ایک مثال پیش خدمت ہے:

لولی نے چھنا لولی
لولی پھل کنا لولی لول
لولی ایتو نے نیک ئس مر
قوم ئنا یتنا مہ سر بر
لولی نے چھنا لولی
خدا بھلن کیس دا کو دکے
ار فو قوم کن تو فکے
۔۔۔ چھنا نے لولی لول

اردو ترجمہ:

لوری بچہ تجھ کو لوری آرام کر
لوری میرے لعل لوری آرام کر
لوری تم کو تو نیک بن جا
قوم کا اپنے سربراہ بن جا
لوری بچہ تم کو لوری آرام کر

اللہ اس بچے کو بڑا فرما

یہ یس کیلئے بندوق اٹھائے گا

لوری بچہ تم کو لوری آرام کر

لوری بچے کو بہلانے، جھلانے، سلانے، لسانی تربیت دینے اور جسمانی ورزش و اخلاق سکھانے کے دوران کہی جاتی ہے۔، کیونکہ براہوئی میں چھوٹے بچے کے سونے کو "لولو" کہتے ہیں اور "لولی" "لولو" سے ماخوذ ہے۔ (2) اس براہوئی لوری میں "لول" (آرام کرنا)، پھل (پھول)، ایتہ (دینا)، مر (ہونا)، بھلن (بڑا)، کودک (چھوٹا بچہ)، ارفہ (اٹھا)، تینا (اپنا) وغیرہ الفاظ دراوڑی الاصل ہیں۔ (3) جو آج بھی مختلف دراوڑی زبانوں میں تھوڑے سے صوتیاتی تبدیلی کے ساتھ اسی معنی اور صورت میں مستعمل ہیں۔ اس سے یہ بات واضع ہوتی ہے براہوئی کی یہ لوری بہت قدیم ہے۔

براہوئی قوم اور ادب میں بچوں کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ بچوں کے متعلق براہوئی قوم میں ایک اہم روایت موجود ہے کہ کسی بھی قسم کے جنگ یا لڑائی میں بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا! یا کسی کے ہاں میٹر جانے کے لیے اکثر عورتوں یا چھوٹے بچوں کو ساتھ لیا جاتا ہے۔ کیونکہ براہوئی قبائلی روایات میں بچوں کو قرآن کے برابر سمجھا جاتا ہے۔(4) براہوئی زبان میں بچوں کے تحریری ادب کی شروعات درخانی مکتبہ فکر نے شروع کی جب 1839ء میں انگریزوں نے براہوئی حاکم میر محراب خان دوم کو 3 نومبر 1839ء کے دن قلات پر حملہ کر کے شہید کیا۔ اس کے بعد انگریزوں نے براہوئی ریاست کے مختلف علاقوں میں عیسائی مشینریوں اور انگریزی سکولوں کا جال بچھایا۔ جن کے تحت براہوئیوں کو عیسائی بنانا اور دینی تعلیم سے دور رکھنا مقصود تھا۔ اس لیے براہوئی دینی اور مذہبی علماء جن میں محمد فاضل رئیسانی براہوئی (1844ء– 1918ء) اور ان کے نامور شاگرد عبدالحئ رئیسانی براہوئی، مولانا محمد عمر پندرانی براہوئی دینپوری (1882ء– 1948ء) اور دوسروں نے براہوئی زبان میں مذہبی اور دینی کتب لکھ اور ترجمہ کر کے شایع کروایا۔ ان علماء نے ان براہوئی کتب کو براہوئی ریاست کے دور دراز علاقوں کا سفر طئے کر کے براہوئی لوگوں میں مفت تقسیم کر کے، براہوئیوں کو عیسائی بننے سے دور رکھا۔ دوسری طرف ان علماء نے درخان میں بچوں کو دینی تعلیم کیلئے براہوئی زبان کو اختیار کیا۔ مکتبہ درخانی کے سب علماء میں مولانا یا علامہ محمد عمر دینپوری (شکارپور) سرفہرست ہیں۔ انہوں نے پچاس سے زیادہ براہوئی کتب لکھیں اور ترجمہ کیں۔ جن میں صحائحہ ستہ، قرآن مجید کا براہوئی ترجمہ اور براہوئی تفسیر قابل ذکر ہیں۔ اس عالم نے مکتبہ درخانی اور شکارپور کے گاؤں دینپوری میں نو وارد ہوئی بچوں کو دینی تعلیم دینے کیلئے پہلی بار براہوئی زبان میں "قاعدہ براہوئیہ" 9 جون 1933ء کو شایع کر کے، دینی درسگاہوں میں بھیج دیا۔ یہ واحد پہلی الفابیٹ کی کتاب ہے جو براہوئی زبان میں بچوں کو دینی تعلیم دینے کیلئے لکھا۔ (5)

حال:

24 فروری 1960ء کو بابائے براہوئی اور بابائے براہوئی صحافت حضرت نور محمد پروانہ نے مستونگ سے "ایلم" یعنی بھائی کے نام سے ایک پندرہ روزہ براہوئی اخبار کا اجراء کیا۔ اس کے پہلے سال کے پرچوں میں براہوئی میں بچوں کے ادب کا کوئی مواد اور نہ ہی کوئی ذکر ملتا ہے۔ پھر پندرھ روزہ "ایلم" اخبار کے جلد 2، مورخہ یکم اپریل 1961ء کے پرچے میں "تینا تینا خیال" یعنی اپنے اپنے خیالات، کے سرے میں "چوچہ آتتو چھار حیت" یعنی بچوں کے ساتھ چار باتیں کے عنوان سے لکھا کہ:

"ایلم نار ٹمیکو پرچہ نا بشخ کشگان پد چھنکا چوچہ آتا پار آن مضمون او شعر بنگئی ارے کہ او فک چھاپ مریر کنا است ٹی حندا ہیت حرے آن اس کہ ئی تینا استنا گچینا گپاتہ چوچہ آتہ لنٹو او او فتان ہنینو حیت بینو انتئے کہ چوچہ آتہ حیت حلوئی ارے ولے کنا استان ام مست نم بسرے کنے بش کریرے، دانما مہربانی ولے دادار کنے نما حیتاتہ حتنگ نا خیال التو حندا کان ہچ صفحہ تخنگ متو ولدان ام کنے نمے ناراض کروئی اف، ہموکان الہداد خان ساسولی شکارپوری او مہر دل خان پندراڑی محمد پور والا تا مضمون نظم آتے آن آسیہ آسیہ نظم مچٹو درستی آن پد شایع کرینسٹ!"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(6)

ترجمہ:

"ایلم کا دوسرا پرچہ تقسیم کرنے کے بعد چھوٹے بچوں کی طرف سے مضامین اور شعر آرہے ہیں کہ ان کو شایع کیا جائے۔ میرے دل میں بہت پہلے سے یہ بات تھی کہ میں اپنے دل کی اچھی باتوں کو چھوٹے بچوں کو سناؤں اور ان سے میٹھاس والی باتیں سنوں کیونکہ چھوٹے بچوں کی باتوں کو بھی سننا ہے۔

لیکن میرے تمنا سے پہلے آپ لوگ حاضر ہوئے اور مجھے بیدار کیا۔ آپ کی بڑی مہربانی۔ لیکن اس بار آپ لوگوں کے لیے باتیں یا تحاریر سامنے لانے کا خیال نہ تھا۔ کیونکہ کوئی صفحہ منقسم نہیں کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے الھداد خان ساسولی شکارپوری اور مہر دل خان پندراڑی محمد پور اڈھو والوں کے مضامین اور نظموں میں سے ایک ایک نظم جن کو تھوڑی سی تصحیح کے بعد شایع کیا ہے۔

بابائے براہوئی، براہوئی نور محمد پروانہ پندانی، پھر آگے چل کر اپنے اخبار کے پرچہ میں باقاعدہ بچوں کے ادب کے حوالے سے ایک مکمل صفحہ شایع کرنا شروع کیا۔ جس کا نام "چوچہ آتیتو چھار حیت" یعنی بچوں کے ساتھ چار باتیں تھین۔ یہ سلسلہ یا نام ایک دو سال چلا، پھر بچوں کے اس صفحے کا نام تبدیل کر کے "پنی آپھلری ناہیت گپ" یعنی نامور بچوں کی سنہری باتیں رکھا، جو باقاعدہ تسلسل کے ساتھ اس کے فوت ہونے تک چلتا رہا۔

اس وقت براہوئی ادب میں جو نامور محقق، ماہر لسانیات، مؤرخ، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار، شاعر، قصہ گو، مضمون نگار یا ادیب ہیں، وہ بابائے براہوئی کے اخبار "ایلم" بھائی کی پیداوار ہیں۔ پندرہ روزہ ایلم اخبار بعد میں ہفتہ روزہ بنا۔ اس کے پڑھنے اور لکھنے والوں میں پاکستان، مشرق وسطیٰ، یورپ، ایشیا اور دوسرے ممالک کے محققین اور ادباء شامل تھے۔ اس اخبار کی وجہ سے براہوئی زبان میں ادب، تاریخ، لسانیات، لوک ادب اور دوسرے عنوانات پر تحقیقی کام شروع ہوا۔

کوئٹہ ریڈیو اسٹیشن کی 26 نومبر 1955ء کو بنیاد پڑی پھر یہاں سے براہوئی زبان میں مختلف طرز کے پروگرام نشر ہونے لگے۔ 1968ء میں غلام حیدر مسرت نے "چھنا تا مجلس یعنی بچوں کی محفل کے نام سے پروگرام شروع کیا۔ جب ظفر مرزا، براہوئی زبان کا پروڈیوسر مقرر ہوا، تو انہوں نے بھی اس پروگرام کو جاری رکھا۔ اس طرح بعد میں مختلف براہوئی پروڈیوسروں نے بچوں کیلئے مختلف پروگرام کئے جو بہت مشہور ہوئے۔

براہوئی بچے، ریڈیو کے پروگراموں میں شرکت کی وجہ سے ان میں براہوئی میں لکھنے اور پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مگر براہوئی ادب میں بچوں کے ادب کے بارے میں کوئی باقاعدہ کتاب موجود نہیں تھی۔ اس لیے عبدالباقی درخانی رئیسانی براہوئی نے اپنے ادارہ "براہوئی ادبی سنگت" ڈھاڈر سے دسمبر 1969ء کو بچوں کیلئے ایک کتاب "ارمان" لکھا۔ جو 32 صفحات پر مشتمل ہے۔ (7) اس میں تین نظمیں اور چھنا کا ناحق کھسفنگ آن مسٹر نا فریاد یعنی بچے کو ناحق قتل کرنے پر لڑکی کی فریاد پر شاعری اور دوسرے شعر شامل ہیں۔ کوئٹہ ٹیلی ویژن کی بنیاد 26 نومبر 1974ء کو پڑی۔ دو سال بعد 1978ء 1977ء کو رشید شہزاد نے براہوئی بچوں کیلئے "براہوئی مشغولی" یعنی براہوئی خاکے یا براہوئی مصروفیت اور "داکان ایکان "یعنی یہاں سے وہاں سے "داکان پد" یعنی اس کے بعد، "راست راستے دروغ دروغے" یعنی سچ، سچ ہے اور جھوٹ، جھوٹ ہے۔ پروگرام کئے۔ رشید شہزاد کے ساتھ ممتاز چنگیزی سینئر پروڈیوسر بھی ساتھ تھے ٹیلی ویژن پر بچوں کے لیے لکھنے والوں میں خدائیداد علی، اے ڈی بلوچ، غلام نبی راہی، مہ ناز لہڑی، اے جی لہڑی، آمنہ نگہت، افضل مراد اور دوسرے شامل تھے۔ 1989ء کے بعد محترم قیوم بیدار جب ٹیلی ویژن پر پروڈیوسر مقرر ہوئے تو انہوں نے براہوئی بچوں کیلئے "گل رنگ" کے نام سے پروگرام کیا۔ اس کے بعد انہوں نے کئی اور پروگرام کروائے۔

ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ان پروگراموں کی وجہ سے بہت سے بچوں نے لکھنا اور اداکاری شروع کی۔ اس دور کے بچے آج کے نوجوان محقق، شاعر، افسانہ نگار اور ڈرامہ نویس کے طور پر مشہور ہیں۔(8)

پھر اس دور میں براہوئی میں بچوں کے ادب کے سلسلے میں بڑی ترقی ہوئی۔ بہت سے براہوئی اور غیر براہوئی ادباء نے براہوئی میں بچوں کے ادب کے سلسلے میں بہت سے کتب نظم اور نثر میں لکھے۔ جن میں سے کچھ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔ خداداد گل، "پنی آبند غاک" (نامور شخصیات)، براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان، کوئٹہ 1979ء، صفحات 48۔

2۔ عزیز مینگل، "ماما مرجان" (ماموں مرجان)، براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان، کوئٹہ، 1979ء، صفحات 16۔

3۔ ایضاً "جلوناجن" (جلوکاجن)، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ پاکستان، 1979ء، صفحات 16۔

4۔ عبدالصمد شاہین، " چھنا قوم نا سرمایہء" (بچے قوم کا سرمایہ ہیں، مقالہ) ماہنامہ اولس بلوچی، کوئٹہ، 1980ء، صفحہ 55 سے 57 تک۔

نواب اکبر بگٹی (5 فروری 1989ء تا 7 اگست 1990ء تک) جب بلوچستان کے وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے، تو انہوں نے سرکاری سطح پر 14-15 مارچ 1989ء کے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں یہ طئے کیا کہ بلوچستان کے تین اہم زبانوں براہوئی، بلوچی اور پشتو کو تدریسی طور پر اسکولوں میں پڑھانے کا اقدام یا حکم نامہ جاری کیا۔ اس دوران تینوں زبانوں کے نامور ماہر تعلیم کے خدمات حاصل کئے گئے۔ براہوئی میں کچی، پہلی، دوسری اور تیسری درجہ کی کتب لکھوانے کا عمل جاری رکھا گیا۔ 1990ء میں بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ نے زبانوں میں درسی کتب لکھنے والے مصنفین کو کتابیں تیار اور کلاس شروع کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ ایک بڑے ماسٹر ٹریننگ کے بعد مختلف اضلاع میں جہاں براہوئی زبان اکثریتی طور پر بولی جاتی تھی وہاں ٹریننگ شدہ اساتذہ کو تربیت دینے کی ڈیوٹی پر مامور کیا گیا۔

براہوئی کورس کی کتب کو پڑھانے کیلئے پروفیسر نادر قمبرانی، بلوچستان یونیورسٹی کے شعبہ براہوئی کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالرزاق صابر کو بطور ماسٹر ٹریینرز مقرر کیا گیا۔ براہوئی میں صرف کلاس ون کی بنیادی کتاب 1989ء، کلاس ٹو کی کتاب 1990ء اور کلاس تھری کی کتاب 1991ء میں تیار ہوئیں۔ ان تدریسی کتب کے مصنفین میں پروفیسر نادر قمبرانی، ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، ڈاکٹر حمید شاہوانی، عبدالحلیم صادق، عبدالصمد شاہین، محمد افضل مینگل، خداداد گل شامل تھے۔

نواب اکبر بگٹی کی حکومت 7 اگست 1990ء کو ختم ہوئی اور اس کی جگہ نگران وزیر اعلیٰ میر ہماریوں مری (7 اگست 1990ء تا 17 نومبر 1990ء تک) مقرر ہوئے۔ اس کے بعد بلوچستان کے نئے وزیر اعلیٰ میر تاج محمد جمالی (17 نومبر 1990ء سے 20 مئی 1993ء تک) مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنی صدارت میں 6 اکتوبر 1992ء کو کابینہ کا اجلاس بلایا۔ اس اجلاس میں مقامی زبانوں کو بطور ذریعہ تعلیم دینے پر بحث ہوا۔ بالآخر فیصلہ ہوا کہ مقامی زبانوں میں تعلیم دینے کے اس سلسلے کو ختم کیا جائے پھر اس طرح بلوچستان میں مقامی زبانوں میں تعلیم دینے کا سلسلہ باقاعدہ طور پر ختم کیا گیا۔(9)

ان تین سالوں میں جو بچے براہوئی میں تعلیم حاصل کی، تو براہوئی ادب میں بچوں کے ادب پر لکھاریوں نے بچوں کے ادب پر اپنی کاوشیں بھی سامنے لائے۔ تاکہ براہوئی بچوں میں براہوئی ادبی شوق اور لگاؤ پیدا ہو۔ اس دوران کئی کتب بچوں کے ادب کے حوالے سے سامنے آئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ "علامہ محمد اقبال" براہوئی اکیڈمی کوئٹہ پاکستان، 1978ء، صفحات 33

2۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی "چاچا" (پہیلی) براہوئی اکیڈمی کوئٹہ پاکستان، 1979ء، صفحات، 39۔

3۔ ایم صلاح الدین مینگل "اقبال ورناک" (اقبال اور نوجوان) براہوئی اکیڈمی کوئٹہ پاکستان، 1995ء، صفحات 95۔

4۔ عزیز مینگل "دغُوجان" (یعنی بکری کا پیارا بچہ)، براہوئی اکیڈمی کوئٹہ، پاکستان، 1995ء، صفحات 16۔

5۔ ایضاً، "شاموشکاری" (شاموشکاری) کوئٹہ پرنٹرز پٹیل باغ کوئٹہ، 1997ء، صفحات 17۔

براہوئی زبان کے نامور قومی، سماجی، سیاسی اور ادبی شعور بیدار کرنے والے شاعر، محقق اور دانشور جوہر براہوئی ہیں۔ جوہر براہوئی دو درجنوں سے زیادہ براہوئی، سندھی، اردو اور فارسی کتابوں کے مصنف ہیں۔ سندھ سے براہوئی زبان کا دوسرا نمبر مجلہ "سنگت" (یعنی دوست) کے تیرہ شمارے نکالے ہیں۔ 1990ء سے پہلی بار براہوئی زبان وادب کو ترقی دینے کیلئے قومی سطح پر سال میں دو سیمیناروں "براہوئی ادبی سیمینار" کے نام سے ایک فرید آباد (دادو، سندھ) دوسرا خضدار (بلوچستان) میں انعقاد شروع کیا۔ تقریباً 1990ء سے 2022ء تک، 32 سیمینار مقرر ہو چکے ہیں۔

6-7 فروری 1998ء کے دنوں میں پندرہواں براہوئی ادبی سیمینار فرید آباد (دادو، سندھ) میں منفعقد ہوا۔ سیمینار کے دوسرے دن، یعنی 7 فروری کو "براہوئی ادبی مُچی" یعنی (براہوئی ادبی اجلاس) منعقد ہوا۔ جس میں متفق طور پر 1998ء کے سال کو "چھناتا ادب ناسال" (یعنی بچوں کے ادب کا سال) قرار دیا گیا۔

براہوئی ادبی سیمینار کے اس قرارداد کے زیر اثر براہوئی میں کئی ادباء اور شعراء نے بچوں کے ادب کے موضوع پر نظم و نثر میں کتابیں لکھیں جن کی تفصیل یوں ہے۔

1۔ عبدالحیات منصور براہوئی، "آجوئی نادے" (آزادی کا دن) اسلامیہ اسٹیشنری و بک سیلرز مسجد روڈ مستونگ، 1998ء، صفحات

2۔ عزیز مینگل "نگمبن" (شہد)، یونائیٹڈ پرنٹرز زونکی رام روڈ کوئٹہ، 1998ء، صفحات 24۔

3۔ شاہین بارانزئی اور اللہ بخش لہڑی، "بلسم نارنگاک، (یعنی قوض قضا)، 1998ء، صفحات 93۔

4۔ حسین بخش ساجد، "پھُل رنگ" (رنگ برنگی پھول)، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ پاکستان، 1998ء، ص۔48۔

5۔ یاسمین بسمل، "ٹلوجان" (یعنی پیارا ٹلو)، براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان، کوئٹہ، 1998ء، صفحات 34۔

6۔ ڈاکٹر عبدالرزاق صابر، "گوگڑو" (یعنی کلی)، براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان، کوئٹہ، 1998ء، صفحات 31۔

7۔ سوسن براہوئی، "گہوُش" (ٹھنڈی ہوا)، براہوئی اکیڈمی پاکستان، کوئٹہ، 1998ء، ص108۔

8۔ جوہر براہوئی، "لولی" (بچوں کیلئے شاعری)، براہوئی پبلیکیشن فرید آباد (میہڑ، ضلع دادو، سندھ)، 1998ء، صفحات 80۔

9۔ حاجی عبداللطیف بنگلزئی، "ملو" (چھوٹا بیٹا)، براہوئی اکیڈمی پاکستان، کوئٹہ، 1998ء، صفحات 48۔

10۔ ڈاکٹر نصیر عاقل، "جات" (اوٹ میں جھانکنا)، اسپنسر زپرنٹرز، کواری روڈ کوئٹہ، دسمبر 1998ء، صفحات 48۔

11۔ افضل مینگل، "چھناتا اقبال" (بچوں کا اقبال)، یونائیٹڈ پرنٹنگ پریس کوئٹہ 1998ء، صفحات۔24

12۔ مسہ توئی "دے ٹک" (تلوع سورج)، (براہوئی مجلہ)۔ (براہوئی میں بچوں کا ادب نمبر) اکتوبر، نومبر اور دسمبر 1998ء اس مجلہ میں براہوئی میں بچوں کے ادب کے لکھنے والوں میں خدادا گل، عبدالصمد شاہین، نادر قمبرانی، حاجی عبداللطیف بنگلزئی، قیوم بیدار، نذیر شاکر براہوئی، افضل مینگل، سوسن براہوئی، افضل مراد، امداد مینگل اور دوسرے شامل ہیں۔

13۔ قیوم بیدار، "بچوں کے ادب کے حوالے سے کتابوں کی اشاعت" سہہ ماہی "قلم قبیلہ" کوئٹہ، مدیر اعلیٰ۔ سید احمد رفیق، اپریل 1998 تا مارچ 1999ء، ص 208۔

13۔ قیوم بیدار "بچوں کے ادب کے حوالے سے کتابوں کی اشاعت (براہوئی میں بچوں کے ادب پر شایع شدہ کتب کی تفصیل پر ۃ مقالہ)، سہہ ماہی "(قلم قبیلہ) کوئٹہ، مدیر اعلیٰ: سید احمد رفیق، اپریل 1998ء تا مارچ 1999ء، صفحہ 208۔

1998ء میں براہوئی میں بچوں کے ادبی کتب کے بعد بچوں کے ادب کے متعلق مزید کتب اور جرائد کی اشاعت شروع ہوئی۔ کیونکہ ایک طرف "براہوئی ادبی سیمیناروں کی طرف سے بچوں کے ادب کو تقویت ملی تو دوسری طرف اسی سال بلوچستان حکومت نے براہوئی زبان کو دوسری دفعہ بطور مادری زبان پڑھانے کی ابتدا کی۔ جس کی وجہ سے سینکڑوں طلبہ نے اپنی مادری زبان میں لکھنا اور پڑھنا سیکھا۔ جس کی وجہ سے ان کو ادبی کتب کی طرف راغب کرنے میں بڑی مدد ملی۔ اسی دوران براہوئی میں بچوں کے ذہنی و ادبی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے براہوئی زبان میں پہلی بار بچوں کیلئے ایک ادبی مجلہ شایع ہوا اور اس کے ساتھ کئی کتب بھی سامنے آئے:

مثلاً: 1۔ اوستہ محمد (بلوچستان) سے نور احمد پرکانی، شاہین بارانزئی کی ادارت میں براہوئی میں بچوں کے ادب کی ترقی و ترویج کیلئے اور خود بچوں میں ادب کا شوق پیدا کرنے کیلئے ایک ماہانہ مجلہ "گروشک" (یعنی چمک) نومبر 1999ء میں شایع ہوا۔ اس مجلہ کے آخری چار صفحات اردو میں ہیں۔ اس مجلہ کی کل صفحات 16 ہیں لیکن سرورق اور آخری صفحہ کے ساتھ 20 بنتے ہیں۔

"گروشک" مجلہ کے چیف ایڈیٹر نور احمد پرکانی لکھتے ہیں کہ:

"چھنا پھل نامثل، پھل آن زیات نازرک ہم ارے۔

چنانا بالادی چیٹ ء تعلیمی چیٹ توں اوار مغزی (ذہنی) چیٹ ہم بھاز ضروری ء مغزی چیٹ کن چناتے کن جوان نوشتہ کننگ وہمو نوشتہ غاتے چناتیکار سیفنگ ہم بھاز ضروری ء است تو نن چنا تکن ضرورت ناکچ نوشتہ کننگ کتنن ار ٹمیکو انت تیس کہ نوشتہ مسونے اوفک مبرہ قلمکار ادیب، شاعر اتالا ئبریری سے کا محدود ء۔

"گروشک" کے نن سگتاک تینا کمک تینٹ ناوڑٹ نمے اسکان سر کننگ نا کوشست کرین انشاء اللہ "گروشک" تینا گروشک آتے ٹی چناتا مسئلہ و حقوق آتہ جوان پاش کرو۔۔۔۔۔"

ترجمہ:

"بچے پھول مثل ہیں اور پھول سے زیادہ نازک بھی ہیں بچوں کی جسمانی پرورش کے ساتھ تعلیمی ورزش یا ذہنی پرورش بھی ضروری ہے۔ ذہنی پرورش کیلئے بچوں کیلئے لکھنا اور پڑھنا یا تحاریر کو بچوں تک رسائی ضروری ہے۔ ایک تو ہم بچوں کیلئے ضرورت کے مطابق ادب تخلیق نہیں کیا ہے۔ دوسرا جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ صرف قلمکاروں یا شعراء کے لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

"گروشگ" (یعنی چمک) کو ہم دوست اپنی مدد آپ کے تحت آپ کے ہاں پہچانے کی کوشش کی ہے۔ انشاء اللہ "گروشک" (چمک) اپنے "گروشک" (چمک) کے ساتھ بچوں کے مسائل اور حقوق کی آواز کو اچھی طرح بلند کرے گا"۔

2۔ توئی "گروشک" یعنی چمک کا دوسرا پرچہ جنوری 2000ء میں دس صفحات پر اوستہ محمد (بلوچستان) سے شایع ہوا۔

3۔ عبدالحیات منصور براہوئی: آجوئی آن مست (آزادی سے پہلے)، چاغی پریس سرکی روڈ کوئٹہ، اگست 1999ء صفحات: 24۔

4۔ عادل نسیم، "پھل ناسیخا" (پھول کی چھائوں)، یونائیٹڈ پرنٹنگ پریس زونکی رام روڈ کوئٹہ، 1999ء صفحات 53۔

5۔ قیوم بیدار، "مشغولی" (مصروفیت)، (بچوں کیلئے خاکے)، براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان کوئٹہ، 1999ء، صفحات 48۔

6۔ طاہرہ احساس جتک، "نوک" (چاند کی پہلی رات)، براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان کوئٹہ 1999ء صفحات 32۔

7۔ حافظ محمد حسین مینگل، "اقراالسلامیات" کا براہوئی ترجمہ: مولانا عبدالقادر محمد حسنی "نماز مترجمہ" مکتبہ اشاعت الاسلام جامع عربیہ انوار القرآن والحدیث بھریا روڈ، نوشہرو فیروز، سندھ، 1999ء، صفحات 32۔

اس کے بعد براہوئی زبان میں بچوں کی ادب کی تخلیق کے حوالے سے ایک سلسلہ شروع ہوا۔ مختلف مدیران نے اپنے مجلوں کے بچوں کے ادب نمبر اور مختلف ادباء اور شعراء نے بچوں کے ادب کیلئے تحاریر شایع کروائیں۔ جو اب تک جاری و ساری ہیں۔ مثلاً اس دور میں براہوئی میں بچوں کے ادب کے حوالے سے حسب ذیل کتب شایع ہوئیں۔

1۔ نور پرکاڑی، "مجول" براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ، پاکستان، 2000ء، صفحات 96۔

2۔ شمس ندیم اور جوہر بنگلزئی، "پرک" (یعنی پروانہ)، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ پاکستان، 2000ء، صفحات 71۔

3۔ افضل مینگل، "گڑدولی" (گول مٹول بچہ)، (بچوں کیلئے لوک قصے)، براہوئی اکیڈمی پاکستان، کوئٹہ، 2000ء، ص۔ 77۔

4۔ ملک ریاض علی بلوچ، "چراغ"، 2000ء، صفحات 50۔

5۔ شاہین بارانزئی، "ٹھکارہ" (لطیف)، یونائیٹڈ پرنٹرز زونکیرام روڈ کوئٹہ، 2000ء، صفحات 14۔

6۔ عبدالباری محمد حسنی، "ارانا گودی" (گھر کی مالکن)، براہوئی لٹرسی پروگرام کوئٹہ، 2002ء، صفحات 8۔

7۔ ایضاً، "بے انصاف آبادشاہ" (بے انصاف بادشاہ)، (بچوں کیلئے نثری قصے)، براہوئی خواندی پروگرام کوئٹہ، 2002ء، صفحات 9۔

8۔ ایضاً "جھیڑہ" (لڑائی)، براہوئی خواندگی پروگرام کوئٹہ، 2002ء، صفحات 11۔

9۔ ایضاً، "رشوت وسیالداری" (رشوت اور رشتیداری)، براہوئی خواندگی پروگرام، کوئٹہ، دوسرا ایڈیشن 2002ء، صفحات 21۔

10۔ عبدالباری محمد حسنی، عبدالرزاق محمد شھی، شاہ محمد بنگلزئی، "آمخ آتا قصہ غاک" (احمقوں کے قصے)، براہوئی لٹریسی پروگرام کوئٹہ، 2002ء، صفحاک 19۔

11۔ عبدالرزاق محمد شھی، "عجب آدز" (عجیب چور)، (بچوں کیلئے قصے کہانیاں)، براہوئی خواندگی پروگرام کوئٹہ، دوسرا ایڈیشن 2002ء، ص 11۔

12۔ توئی "ہتم" یعنی وبہار" قلات کے مجلہ نمبر اپریل 2006ء کے شمارہ میں محمد اسلم بنگلزئی کا بچوں کے حوالے سے تحریر "چناتا بولی" (یعنی بچوں کی زبان)، صفحہ 14 پر شایع ہوئی۔

13۔ علی نواز رند، بلال وپری" (بلال اور پری)، سپوری چلڈرن کوئٹہ، 2013ء۔

14۔ حسین بخش ساجد، "پیلونک" (شیر خوار بچے کے منہ میں قطرے ڈالنا)، براہوئی بچوں کیلئے شاعری)، براہوئی ادبی سوسائٹی پاکستان، کوئٹہ، 2014ء، صفحات 104۔

15۔ ڈاکٹر عنبرین مینگل، براہوئی ترجمہ، "مسشی آبانز" (پہاڑی عقاب)، راسکوہ ادبی دیوان (رجسٹرڈ) بلوچستان، شال (ھنکین)، 2015ء، صفحات 102۔

مستقبل:

جب عبدالمالک بلوچ (7 جون 2013ء تا 23 دسمبر 2015ء تک) بلوچستان کے وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے تو انہوں نے پھر دوبارہ بلوچستان کے مقامی زبانوں کو تدریسی طور پر پڑھانے کی منظوری کا حکم جاری کیا۔ یہ سلسلہ اب تک مسلسل جاری ہے۔ بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ نے مادری زبانوں کو پڑھانے کیلئے ٹریننگ کا سلسلہ شروع کیا تو دوسری ادبی براہوئی زبان کے بنیادی قواعد اور درجہ جات کی کتب نامور براہوئی ماہر تعلیم جن میں پروفیسر سوسن براہوئی اور پروفیسر صغیر احمد صغیر شامل تھے، سے لکھوانا شروع کیا۔

براہوئی کا کچی جماعت کا قائدہ 64 صفحات پر 2015ء میں بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ سے شایع ہوا۔ پھر اس کا پہلی جماعت کا قائدہ 72 صفحات پر 2017ء میں اور براہوئی کا دوسری جماعت کا کتاب 128 صفحات پر 2017ء اور براہوئی کی تیسری جماعت کتاب 128 صفحات پر 2018ء، براہوئی کی چوتھی جماعت کی کتاب اور پانچویں جماعت کی کتاب تحریر شدہ ہیں مگر اب تک شایع نہیں ہوئی ہیں۔

ان سب کتابوں کے مصنف پروفیسر سوسن براہوئی ہیں جو براہوئی زبان کے نامور شاعر، محقق، گرامر نویس، ماہر لسانیات، اور ماہر تعلیم ہیں۔

2015ء سے 2022ء تک ان سات سالوں میں براہوئی اکثریتی علاقوں میں براہوئی بچوں اور نوجوانوں نے شروعاتی تعلیم اپنی مادری زبان میں حاصل کی۔ جس کی وجہہ سے ہزاروں براہوئی طلبہ لکھنے اور پڑھنے کے فن سے روشناس ہوئے۔

اس تعلیمی انقلاب کی وجہہ سے بچوں میں براہوئی زبان میں لکھی ہوئی کتب کو پڑہنے اور لکھنے کا رجحان بڑھا۔ اس لیے بہت سے اخبارات، مجلہ، ادبی اکیڈمیاں اور سوسائٹیوں نے براہوئی میں بچوں کے ادب پر باقاعدہ کام شروع کیا۔ بہت سے بچوں نے براہوئی زبان میں دوستی کے خطوط، اقوال زرین، چھوٹے چھوٹے قصے کہانیاں، ملکوں کا تعارف کے موضوعات پر اپنی تحریریں اخبارات اور مجلوں کی زینت بنائی۔

اب ہفتہ روزہ "ایلم" ماہنامہ "میہر" نوشکی سہہ ماہی "دے ٹک" کوئٹہ اور مختلف کالجز اور سکولوں کے جرائد میں براہوئی بچے اپنی تخلیقات براہوئی میں پیش کرتے ہیں۔ اینڈرائڈ موبائل عام ہونے سے دنیا گلوبل ولیج سے بڑھ کر گلوبل پاکیٹ بن گئی ہے۔ اس وجہہ سے براہوئی ادب خاص طور پر براہوئی میں بچوں کے ادب پر دو طرح کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ایک نقصانات اور دوسرے فوائد۔

نقصانات:

1۔ براہوئی بچے یا نوجوان جو ریوڑ ہانکتے وقت اپنے کاندہوں پر لاٹھی کو ہاتھوں میں بند کر کے گھوم پھر کر اپنے مزاج اور خوشی میں براہوئی لوک شاعری تخلیق کیا کرتے تھے یا آپس میں فارغ وقت میں مل بیٹھ کر قصے کہانیاں سناتے یا کہتے تھے یا کوئی نئ کھیل کے اصول وضع کرتے تھے۔ یہ رواج اب ختم ہو گیا ہے۔ اب براہوئی نوجوان اپنے پیٹھ پر شمسی پلیٹ باندھ کر موبائل فون ہاتھ میں تھام کر دوسری زبانوں یا براہوئی موسیقی یا فلمیں دیکھنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ ان کے اس عمل سے براہوئی لوک ادب کی تخلیق رک گئی ہے۔

2۔ جو بچے صبح کو دینی مدرسہ میں پہلے دینی تعلیم حاصل کرنے کو ضروری سمجھتے تھے وہ اب موبائل فون پر قرآن شریف کی رکارڈنگ سننے کو پسند کرتے ہیں۔ جس سے نوجوانوں میں لکھنے اور پڑھنے کی خوبی ختم ہو رہی ہے۔

3۔ موبائل فون سے پہلے براہوئی قوم کے لوگ دور دراز علاقوں کا سفر کر کے، اپنے رشتیدار یا دوستوں کے ہاں جاتے تھے۔ پہلے حال احوال، دعا سلام، پانی، چائے کا دور چلتا تھا۔ آخر میں اپنے علاقوں کا حال اور ریوڑوں کیلئے گھاس والی زمینوں کی بھی ایک دوسرے کو خبر دیتے تھے۔ مگر موبائل فون کی وجہہ ایک یا دو منٹ میں کال کر کے اپنی بات کی جاتی ہے جس سے سفر کی ورزش، بدن کی مضبوطی، پیار محبت، حال احوال، جو براہوئی قوم کی اہم روایت ہے، وہ ختم ہو رہی ہے۔

4۔ پہاڑوں کے براہوئی پہلے سفر گدہوں، اونٹوں پر کیا کرتے تھے۔ مگر اب وہ بھی جدید زمانہ کی طرح موٹر بائیک پہ سفر کر کے، اپنی جسمانی ورزش کو ختم کیا ہے۔

5۔ پہاڑوں کے براہوئی بڑے مذہب پرست ہیں وہ اپنے گھروں میں قدیم دینی کتب براہوئی زبان میں رکھتے تھے اور ان کتب کو خود کے ساتھ اپنے عورتوں کو بھی پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اب یہ طریقہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ نوجوان یا بچے ان کتابوں کو پڑھنے سے قاصر ہیں۔ اس کے بدلے میں وہ موبائل کو استعمال کرنا اچھا تصور کرتے ہیں۔ جس سے براہوئیوں میں کتب بینی کا شوق ختم ہو گیا ہے۔

6۔ پہاڑوں میں بسے نامور براہوئی موسیقار اور گلوکاروں کو ٹی وی اور ریڈیو کے پروڈیوسر ڈھونڈ ڈھونڈ کر دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے۔ جو اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے دوران براہوئی موسیقی کو پیش کر کے، داد اور پیسے وصول کرتے تھے۔ جس سے ان کی مالی معاونت اور اقتصادی حالت مستحکم ہوتی تھی اور براہوئی موسیقی زندہ رہ رہی تھی۔ مگر اب ٹی وی اور ریڈیو کا دور ختم ہوا ہے۔ جس کی وجہہ سے یہ براہوئی موسیقار اور گلوکار اب فاقہ کشی پر مجبور ہو گئے ہیں اور اپنی مالی حالت ٹھیک کرنے کیلئے دوسرے طریقے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس سے انہوں نے گلوکاری اور براہوئی موسیقی کو پیش کرنے کے طریقہ کو الوداع کہہ دیا ہے۔ جس وجہہ سے براہوئی موسیقی کو ناتلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔

فوائد:

1۔ اینڈرائڈ موبائل کی وجہہ سے بہت سی چیزوں کی حیثیت ختم ہو گئی ہے۔ جن میں لائیٹ، واچ، خطوط لکھنا، خطوط کو پوسٹ کرنا، کیمرا، ٹیپ، ریڈیو، ٹیلی وژن، فون وغیرہ وغیرہ۔ براہوئی نوجوان اس سہولت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ وہ سوشل میڈیا پر اپنے خیالات کی اچھی طرح ترسیل کر رہے ہیں۔

2۔ براہوئی نوجوان جو پڑھتے ہیں، وہ اینڈرائڈ موبائل سے تعلیمی فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ براہوئی بچے اپنی تخلیقات کو سوشل میڈیا پر عام کرنا بخوبی جانتے ہیں۔

3۔ براہوئی بچوں کو تعلیمی، اخلاقی اور حالات حاضرہ سے باخبر رکھنے کے لیے، کچھ نوجوان نے (Quetta Animations) کے نام سے ایک یوٹیوب چینل بنایا ہے۔ جس سے براہوئی بچے نہ صرف ان کو بہت پسند کرتے ہیں بلکہ ان کارٹون ویڈیوز کے ذریعے ان کی تعلیمی اور اخلاقی تربیت ہو رہی ہے۔

4۔ اس وقت بھی براہوئی میں بچوں کے ادب پر تھوڑا بہت تحریری کام ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر عنبرین مینگل، جو پیشے سے ڈاکٹر ہیں، مگر وہ براہوئی میں بچوں کے ادب کے حوالے سے موجودہ دور میں بڑا کام کر رہی ہے۔ ان کی کچھ براہوئی بچوں کے ادب کے حوالے سے کتابیں شایع ہو چکی ہیں۔ مثلاً:

1۔ ڈاکٹر عنبرین مینگل، "پرک آتابال" یعنی (کلیوں کی اڑان) نیو کالج پبلی کیشنز (رجسٹرڈ) 2018ء، صفحات 65۔

2۔ ایضاً، "صہب نامنزل مراف" (صبح کا منزل دور نہیں)، براہوئی ادبی سوسائٹی کوئٹہ، 2009ء، صفحہ 100۔

3۔ ایضاً، "چراغ نا روشنائی" (چراغ کی روشنی)، اوقاف کلچر اکیڈمی 2020ء، صفحات 109۔

4۔ ایضاً "اللہ اکبر" رخشان پبلشرز 2020ء۔

5۔ ایضاً، "کوہ باتیل" ( ) اوقاف کلچر اکیڈمی بلوچستان، 2021، صفحات 126۔

6۔ ایضاً، "بی۔ آر۔ سی" (بچوں کیلئے براہوئی زبان میں ناول) بلوچستان ریپن لینڈ نیشنل کالج، اہتان کلچر اکیڈمی بلوچستان، جنوری 2022ء، ص۔214۔

اس طرح عنبرین مینگل کا بیٹا حماد مینگل جو خود نوجوان براہوئی میں بچوں کے ادب کا لکھاری ہے۔ اس نے کئی انگریزی کتب کو براہوئی بچوں کیلئے ترجمہ کیا ہے جو یہ ہیں۔

1۔ حماد مینگل، شارلئی چاکلیٹ کارخانہ یعنی (شہر میں چاکلیٹ کا کارخانہ) اوتاں کلچر اکیڈمی بلوچستان 2020ء، صفحہ 212۔

حوالے:

1. https://www.humsub.com 7dr-ta.....

2۔ مرزا، ظفر، "بدلتے موسموں کے گیت" (اردو)، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، 2003ء، ص۔ 15،14۔

2. Emeneay, M.B & Burrow. T, "A Dravidian ethological dictionary". Oxford, at the clarendon press, 1961, entries number: 2345, 2135, 3564, 4340, 965, 2594, 996, 872.

4۔ پرکاڑی، نوراحمد، "براہوئی ادب"، کوئٹہ، براہوئی اکیڈمی پاکستان، 2001ء، ص۔ 238۔

5۔ دینپوری، محمد عمر، قاعدہ براہوئیہ" کراچی، الیکٹرک لیتھو پرنٹنگ پریس اولڈ جیل روڈ کراچی 1352ھ / 1933ء، کل صفحات 20۔

6۔ پندرہ روزہ "ایلم" مستونگ، جلد 2، شمارہ 3،2،1۔ مورخہ یکم اپریل 1961ء ص۔

7۔ درخانی، عبدالباقی، "ارمان"، ڈھاڈر، براہوئی ادبی سنگت، 1969ء ص۔ 32۔

8۔ ڈیلی جنگ کوئٹہ، 2 جون 1995ء

9. Sabir, Abdul Razzaq, Dr, U Abit Abad Brahui Language, literature and culture", Quetta, Brahui Adabi Society Pakistan 2021, P. 170 to 172.

10۔ ہفتہ روزہ "ایلم" مستونگ، شمارہ 7، 19 شوال 1418ھ / 17 فروری 1998ء، ص۔ 6-7۔

11۔ توئی "گروشک"، (یعنی چمک)، چیف ایڈیٹر: نوراحمد پرکاڑی، ایڈیٹر، شاہین بارانزئی، نومبر 1999ء، جلد 1، صفحہ 2-3۔